مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی کی کتاب "بہشتی زیور" کے متعلق شرعی احکام

کیسی کتاب ہے؟

افادات

مجدد دین وملت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

مُرتّب

میثم عباس قادری رضوی

مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی کی کتاب ''بہشتی زیور'' کے متعلق شرعی احکام

''بہشتی زیور'' کیسی کتاب ہے؟

اِفادات

اعلیٰ حضرت اِمامِ اہلِ سُنّت مجدد دِین وملت علامہ مولانا مفتی الشاہ احمد رضا خان
فاضلِ بریلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ

مُرَتِّب
میثم عباس قادِری رضوی

مرکزی مجلسِ رضا، لاہور

اِللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

سلسلہ اشاعت نمبر 42

نام کتاب : ''بہشتی زیور'' کیسی کتاب ہے؟

افادات : اعلیٰ حضرت امام محمد احمد رضا خان قادری برکاتی رحمتہ اللہ علیہ

مرتب : میثم عباس رضوی

صفحات : 40

تاریخ اشاعت: ذی القعدہ 1440ھ/ جولائی 2019ء

برموقعہ : صد سالہ عرسِ اعلیٰ حضرت

ناشر : مرکزی مجلس رضا، لاہور

قیمت : -/60 روپے

ملنے کا پتا

دفتر مرکزی مجلس رضا مسلم کتابوی

گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ، لاہور

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ مُرَتِّبْ

تمام تعریفیں حق سُبۡحَانَهٗ تَعَالٰی کے لیے ہیں جو اس کائنات کا رب ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، وہ خدائے بزرگ و برتر اپنے بندوں پر نہایت شفیق ہے، اُس کا بے پایاں کرم ہے کہ ہمیں حضور صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمت میں پیدا کیا۔

سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡهِ نے اپنے مکتوب بنام ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡهِ میں اِس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ''مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی کی کتاب ''بہشتی زیور'' کا رَدّ لکھا جائے، عوام اس سے گمراہ ہورہی ہے''۔ خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا حشمت علی بریلوی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡهِ نے (غالبًا) اِسی خواہش کی اِطلاع پاکر ''بہشتی زیور'' کے ردّ میں کتاب ''اِصلاحِ بہشتی زیور'' لکھی تھی۔ لیکن طبعِ اوّل کے بعد ہنوز یہ کتاب دوسری بار طبع نہ ہوسکی، راقم کی بھی یہی خواہش تھی کہ جلد از جلد کتاب ''اِصلاحِ بہشتی زیور'' کی جدید اشاعت کا انتظام ہوجائے، اِس سلسلے میں ایک ناشر صاحب سے بات کی تو اُنہوں نے اس کی اشاعت پر آمادگی کا اظہار کیا، اور اب بِحَمۡدِهٖ تَعَالٰی ''اِصلاحِ بہشتی زیور'' کمپوز ہوچکی ہے، راقم اس کی پروف ریڈنگ کر رہا ہے، دُعا فرمائیں جلد اس کو شائع کرواسکوں۔ ''اِصلاحِ بہشتی زیور'' کی پروف ریڈنگ کے دوران اچانک خیال آیا کہ سیّدی اعلیٰ حضرت نے اپنی تحریرات میں جہاں جہاں ''بہشتی زیور'' میں درج غلط

عقائد ومسائل کے متعلق حکمِ شرعی بیان کیا ہے، وہ سب ایک کتاب میں جمع کر دیا جائے۔ اِسی خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ۔

ا۔ اس کتاب میں سیّدی اعلی حضرت کا ایک نایاب فتویٰ شامل ہے، جو راقم کی تحقیق کے مطابق ''فتاویٰ رضویہ'' کی کسی اشاعت میں طبع نہ ہوسکا۔

۲۔ پہلے فتویٰ کے علاوہ تمام فتوے، ''فتاویٰ رضویہ'' مطبوعہ ''رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور'' سے نقل کیے گئے ہیں۔ اس لیے جن عربی عبارات کے آخر میں ''ت'' لکھا ہے، وہ ترجمہ ''رضا فاونڈیشن، جامعہ نظامیہ، لاہور'' کی طرف سے کیا گیا ہے۔

۳۔ اَرواح کے گھروں میں آنے کے متعلق ''فتاویٰ رضویہ'' میں شامل ایک طویل اِستفتا میں مذکور کتب ''درر الحسان فی البعث والجنان للسیوطی''، ''روضُ الرّیاحِین فی حَکَایَاتِ الصَّالِحِین للیافعی''، ''سرورِ عزیزی ترجمہ فتاوی عزیزی''، ''دستور القضاۃ''، ''دقائق الاخبار''، ''تذکرۃ الموتٰی والقبور'' اور ''بہشتی زیور'' کے حوالہ جات کی ''رضا فاونڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور'' کے مطبوعہ نسخہ میں تخریج نہیں کی گئی تھی، ان مذکورہ کتب کے حوالہ جات کی تخریج کر دی گئی ہے اور ڈبل قوسین میں کر رہا ہے تاکہ امتیاز رہے۔ ''دستور القضاۃ'' اور ''دقائق الاخبار'' کے (دو نسخوں سے) حوالہ جات کی تخریج میں پیکرِ اخلاص علامہ مولانا خرم شہزاد قادری زِیْدَ مجدہٗ (فیصل آباد) نے تعاون کیا، اس کتاب میں شامل اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ میں متعدد مقامات پر ''حُسَامُ الْحَرَمَیْن'' کے حوالے سے ذکر ہونے والی ایک عبارت کی

تخریج بھی کردی گئی ہے جو کہ'' رضا فاونڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور'' کے مطبوعہ نسخہ میں نہیں کی گئی تھی۔

۴۔ کچھ مقامات پر الفاظ راقم نے درج کیے ہیں، ان کو ڈبل قوسین (( )) میں لکھا ہے تاکہ اصل سے امتیاز رہے۔

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ کریم اس کاوِش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم.

میثم عباس قادِری رضوی

۱۴ جنوری ۲۰۱۹ء / ۷ جُمَادَی الْاُوْلٰی ۱۴۴۰ھ

لاہور، پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب ''بہشتی زیور'' مسلمانوں کو (حنفیت کے پردے میں) گمراہ کررہی ہے:

☆ سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ اپنے خلیفہ و شاگرد ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کے نام خط میں لکھتے ہیں:

''مولانا! کسی وقت اپنے آپ کو مشورۂ احباب سے مستغنی نہ کرنا بہت مفید فی الدین ہے، آپ کی تصانیفِ عافیہ وافیہ وتقریب پر خوشی ہوگی، مگر کاش یہ وقت آپ نے ''بہشتی زیور''، و ''بہشتی گوہر'' کی قلعی کھولنے میں صَرف ((یعنی خرچ)) کیا ہوتا تو بِحَمْدِہٖ تَعَالٰی عمدہ ذخیرۂ عقبیٰ ہوتا، جہاں ان کتابوں سے گمراہ ہوئے جاتے ہیں وَحَسْبُنَااللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل''

(مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی، صفحہ ۶۶، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور)

کتاب ''بہشتی زیور'' سخت غلط مسائل اور بہت سی گمراہیوں پر مشتمل ہے: اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

(''بہشتی زیور'' کے ردّ میں اعلیٰ حضرت کا نایاب فتوی، جو ''فتاوی رضویہ'' کی اب تک ہونے والی کسی اشاعت میں شامل نہیں ہوسکا۔)

حضرت مولانا حشمت علی بریلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ نے مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی کی کتاب ''بہشتی زیور'' کے رَدّ بنام ''اِصلاحِ بہشتی زیور'' کے شروع میں

سیّدی اعلیٰ حضرت کے ''فتاوی رضویہ، جلد تاسع، **کتاب الحظر و الاباحۃ**'' سے یہ فتویٰ نقل کیا ہے، لیکن راقم کی تحقیق کے مطابق یہ فتویٰ ''فتاویٰ رضویہ'' کی کسی اِشاعت میں شائع نہیں ہوسکا۔ چونکہ ''فتاویٰ رضویہ'' کا کچھ حصہ مفقود ہے (جیسا کہ فتاویٰ رضویہ، قدیم، جلد۹، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی کے مقدمہ میں حضرت بحرالعلوم مولانا عبدالمنان اعظمی **رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ** نے بیان کیا ہے) شاید اسی لیے یہ فتویٰ ''فتاویٰ رضویہ'' میں شائع نہ ہوسکا۔

(۱) مسئلہ: منقولہ از ''فتاویٰ رضویہ'' جلد تاسع، **کتاب الحظر و الاباحۃ**:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ''بہشتی زیور'' کیسی کتاب ہے؟ اِسے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اُس میں لکھا ہے کہ: ''یوں کہنا اللہ ورسول چاہے گا تو فلاں کام ہوجائے گا شرک ہے'' آیا شرک ہے یا نہیں؟ اُسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوقات نور سے پیدا کرکے ہماری نظروں سے چھپا دیا ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟۔

الجواب: ''بہشتی زیور'' جس کتاب کا نام ہے سخت غلط مسائل اور بہت سی گمراہیوں پر مشتمل ہے، اُسے دیکھنا حرام ہے، اس کے مصنف اشرف علی تھانوی کی نسبت حرمین شریفین کے اکابر علماء و مفتیانِ کرام و شیخ الاسلام کا فتویٰ چھپ چکا ہے، یہ فتویٰ ''**حُسَامُ الْحَرَمَیْن**''، مطبوعہ مطبعِ اہلِ سُنّت، بریلی میں ہے، (**حُسَامُ الْحَرَمَیْن عَلٰی مَنْحَرِ الْکُفْرِ وَالْمَیْن**، عربی مع اردو ترجمہ، صفحہ۱۹۸، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ۵۲ ڈونٹاڈ اسٹریٹ، ممبئی۔ ایضاً صفحہ۱۹۸، مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، کچا رشید روڈ، بلال گنج، لاہور) ملائکہ نور سے مخلوق اور عوام کی نظروں سے نہاں ہیں، یوں کہنا کہ ''اللہ، پھر اللہ کے رسول نے چاہا'' اور یوں کہنا بھی کہ ''اللہ ورسول چاہیں گے'' حرج نہیں، جبکہ اللہ ورسول کو برابر نہ جانے۔ اور وہ کون سا مسلمان ہے کہ رسول اللہ **صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ**

کومعاذاللہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک جانے گا، اس مسئلہ کی تحقیق اور اس قبیل کے بہت سے مسائل کی تفصیل ہمارے رسالہ "الامن و العلٰی" میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم.

(منقول از اصلاحِ بہشتی زیور، صفحہ ا، مطبوعہ الفقیہ پرنٹنگ پریس، ہال بازار، امرتسر)

کتاب "بہشتی زیور" غلط اور فاسد مسائل پر مشتمل ہے: اعلٰی حضرت کا فتوٰی

مسئلہ ۱۴۳۸: از تارا کاندی، مدرسہ اسلامیہ، پوسٹ پاکندیہ ضلع میمن سنگھ، مسئولہ محمد عبدالحفیظ صاحب، مدرسِ اوّل، تاراکاندی، ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ:

چه می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئله ذیل که بعد نماز عیدین قبل الخطبه یابعد الخطبه دعا خواستن جائز است یا نه؟، بر تقدیر اوّل دلیلش چه بحواله کتب حنفیه باظهار دلائل متعدد بیان فرمایند دربهشتی گوهر مصنفه مولوی اشرف علی مرقوم است

کہ باتباعِ سنت دعا مانگنے سے دعا نہ مانگنا بہتر ہے۔

((ترجمۂ استفتا)) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ عیدین کی نماز کے بعد قبل از خطبہ یا بعد از خطبہ دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو حنفی کتب سے متعدد حوالہ جات سے بیان فرمائیں، مولوی اشرف علی کی کتاب "بہشتی گوہر" میں لکھا ہے کہ اس صورت میں سُنّت کی پیروی کرتے ہوئے "دعا نہ مانگنا ((دعا مانگنے سے)) بہتر ہے۔"

((بہشتی گوہر، عنوان: عیدین کی نماز کا بیان، صفحہ ۸۰، مطبوعہ مطبع انتظامی، کانپور))

الجواب: بهشتی گوهر وبهشتی زیور هردو تصنیف همچوکسے ست که همه علمائے کرام حرمین شریفین زاد هما اللّٰه شرفاً و تعظیماً بالاتفاق تحریر فرموده اند که اومرتدست و آنکه هر که براقوالِ ملعونه اومطلع

شده در کفرِ او شك آرد خود کافراست وایں کتابها بربسیاری از مسائلِ فاسده واغلاطِ کاسده مشتمل ست دیدن آنها حرام وموجبِ ضلالتِ عوام ودُعا بعد نمازِعید باتباعِ سنت عامه وآثارِ خاصه جائز و مستحب است **والتفصیل فی رسالتنا ''سرور العید فی حل الدعاء بعد صلٰوة العید''۔ واللہ تعالٰی اعلم**

((ترجمہ)): ''بہشتی گوہر'' اور ''بہشتی زیور'' دونوں کتابیں اس شخص کی ہیں جس کے بارے میں علمائے حرمین، حرمین کواللہ تعالٰی زیادہ شرف وتعظیم عطا فرمائے، نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ شخص (اپنے کفریہ الفاظ کی وجہ سے) مرتد ہے، اور جو شخص اس کے کفریات پر مطلع ہوکر اس کے کافر ہونے میں شک کرے، وہ کافر ہوگا، (**حُسَامُ الْحَرَمَیْن عَلٰی مَنْحر الْکُفُر وَالْمَیْن**، عربی مع اردو ترجمہ، صفحہ١٩٨، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ۵۲ ڈونٹاڈ اسٹریٹ، ممبئی۔ ایضاً صفحہ١٩٨، مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، کچا رشید روڈ، بلال گنج، لاہور) یہ بہت سے غلط اور فاسد مسائل پر مشتمل ہے، اس کا پڑھنا حرام ہے اور عوام کی گمراہی کا سبب ہے، جبکہ عید کی نماز کے بعد سنتِ معروفہ اور آثارِ مخصوصہ کی اتباع میں جائز اور مستحب ہے، اور اس کی تفصیل ہمارے رسالہ ''**سرور العید فی حل الدعاء بعد صلٰوة العید**'' میں ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**.

(فتاوٰی رضویہ، جلد٨، صفحہ۵٨۴تا۵٨۵، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

''بہشتی گوہر'' کے بعد والے نسخوں میں مذکورہ بالا مسئلہ میں تبدیلی کردی گئی ہے:

قارئین! آپ نے اُوپر استفتا میں ملاحظہ کیا کہ ''بہشتی گوہر'' کے ''مطبع انتظامی،

کانپور'' سے شائع ہونے والے نسخہ میں ''نمازِ عیدین کے بعد دعا نہ مانگنے کو مسنون'' قرار دیا گیا ہے، جبکہ (''بہشتی گوہر'' کے) بعد والے نسخوں میں ''نمازِ عیدین کے بعد دعا مانگنے کو مسنون'' قرار دیا گیا ہے، تبدیل شدہ عبارت یوں ہے:

''بعد نمازِ عیدین کے (یا بعد خطبہ کے) دعا مانگنا، گو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور اُن کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ سے منقول نہیں، مگر چونکہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اس لیے بعد نمازِ عیدین بھی دعا مانگنا مسنون ہوگا۔''
((بہشتی گوہر صفحہ ۸۵، مع بہشتی زیور، صفحہ ۹۳۷، مطبوعہ المکتبۃ المدنیۃ، ۱۷۔اردو بازار، لاہور))

یہ وضاحت اس لیے کی جارہی ہے تا کہ قارئین ''بہشتی گوہر'' کے بعد والے نسخوں میں (جو آج کل دستیاب ہیں) مسئلہ پہلے نسخہ میں بیان کیے گئے مسئلہ سے مختلف پا کر کسی پریشانی کا شکار نہ ہوں۔ میثم قادری۔

اعلیٰ حضرت کی طرف سے کتاب ''بہشتی زیور'' میں درج ایک مسئلہ کی وضاحت:

مسئلہ ۱۲۱ تا ۱۲۴: از کوہ منصوری ڈاکخانہ کلھڑی کام اپر انڈیا گیٹ، مرسلہ کلیم اللہ صاحب، ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ۔

کتاب ''بہشتی زیور'' میں حصہ چہارم میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ''اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے اور ایک دن کم دو سال کے اندر بچہ پیدا ہوا ہوتو وہ مرحوم خاوند کا مانا جائے گا۔'' (بہشتی زیور، چوتھا حصہ، باب: لڑکے کے حلالی ہونے کا بیان، صفحہ ۴۲، مطبوعہ مطبع انتظامی، کانپور۔ اشاعت ۱۹۱۸ء۔ ایضاً صفحہ ۳۳۵، مطبوعہ المکتبۃ المدنیۃ، ۱۷۔اردو بازار، لاہور) یہ مسئلہ شرعِ محمدی یا طب یا ڈاکٹری سے تحقیق ہے، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر جائز ہے تو کب سے ہے؟ یا کہ پرانا مسئلہ ہے یا اولیائے کرام سے جائز ہے؟

دوسرے: یہ کہ چار مہینے دس دن جو شرع سے قائم ہیں بعد عدت سے نکاح کرے تو بعد کو ایک سال یا ۹ مہینے کے بچہ پیدا ہوا تو پہلے خاوند کا مانا جائے گا یا اب جس سے نکاح ہوا اُس کا؟

تیسرے: یہ کہ وہ بچہ کونسی حقِ ملکیت میں مستحق ہوگا، پہلے باپ کی ملکیت میں یا دوسرے کی؟

چوتھے: یہ کہ بعض امام سلام پھیر کر سر پر ہاتھ رکھتے ہیں تو کس مصلحت سے رکھتے ہیں؟

الجواب: کتاب ''بہشتی زیور'' نہ دیکھا کیجیے، اس کا دیکھنا حرام ہے، اس میں بہت سے مسائل غلط اور بہت باتیں گمراہی کی ہیں، اس کے مصنّف کو تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق نام لے کر لکھا ہے: **من شک فی کفرہ فقد کفر** (حُسَامُ الْحَرَمَیْن عَلٰی مَنْحر الْکُفر وَالْمَیْن، عربی مع اردو ترجمہ، صفحہ ۱۹۸، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ۵۲ ڈونٹاڈا سٹریٹ، ممبئی۔ ایضاً صفحہ ۱۹۸، مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، کچا رشید روڈ، بلال گنج، لاہور) ''جو اس شخصِ مذکور کے کافر ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے''۔

یہ مسئلہ یوں ٹھیک نہیں بلکہ اگر چار مہینے دس دن عدّت کے گزار کر عورت نکاح کرلے اور نکاح سے چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہو کہ موتِ شوہر سے دس مہینے دس ہی دن بعد ہوا، ہرگز پہلے شوہر کا نہ ٹھہرے گا، بلکہ اسی دوسرے کا ہے، پہلے شوہر کے ترکہ سے اُسے کچھ نہ ملے گا، یہ دُوسرا شخص ہی اس کا باپ ہے، اگر یہ مرے گا تو وہ بچہ اس کا وارث ہوگا بلکہ اگر عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ بھی کرے، صرف اتنا ہو کہ چار ماہ دس دن بعد وہ اپنی عدت گزر جانے کا اِقرار کرچکی ہو، اس کے چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہوا، جب بھی ہرگز اُس شوہرِ مُردہ کا نہ ٹھہرے گا۔ ''دُرِّ مختار'' میں ہے:

لو اقرت بمضیھا بعد اربعة اشھر وعشرا فولدته لستة اشھر لم یثبت

لاحتمال حدوثه بعد الاقرار (ملخصًا)

(دُرِّمختار، فصل فی ثبوت النسب، جلد۱، صفحہ۲۶۲، مطبع مجتبائی، دہلی)

(ترجمہ): "اگرعورت موتِ زوج کے وقت سے چار ماہ دس دن عدّت گزرنے کا اقرار کرے، پھر وقتِ اقرار سے پورے چھ ماہ میں بچہ کو جنم دے، تو بچے کا نسب ثابت نہ ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ حمل کا حدوث اقرار کے بعد ہوا ہو"۔ (ت)

نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دُعا پڑھنا، حدیث میں آیا ہے، کارڈ میں دعا لکھنے کی نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم.**

(فتاوٰی رضویہ، جلد۱۳، صفحہ۳۶۶، ۳۶۷، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

عوامِ مسلمین کو کتاب "بہشتی زیور" کا دیکھنا حرام ہے کیونکہ اس میں بہت سے مسائل غلط، باطل اور گمراہانہ ہیں: اعلٰی حضرت کا فتوٰی

مسئلہ ۸۵ تا ۸۶: از دادھن پور گجرات، قریب احمد آباد، قریب احمد آباد، مرسلہ حکیم محمد میاں صاحب، ۱۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک مولوی صاحب بعد ختم ہونے وعظ کے فرمانے لگے کہ ہم نے جو وعظ آپ صاحبوں کو سنایا ہے وہ کلام اللہ اور حدیث سے سنایا ہے، نہیں معلوم کہ یہ جھوٹ ہے یا سچ، اس بات کا علم خدا کو ہے، یہ الفاظ مولوی صاحب نے کیوں فرمائے، ایسا کہنے سے آدمی گنہگار رہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(۲) مذکور مولوی صاحب ہر وعظ میں "بہشتی زیور" کے لیے خاص حکم دیتے ہیں، وہ کتاب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی تصانیف سے ہے، بہت سے ذِی علم لوگوں کو شک ہے اور "بہشتی زیور" پڑھنے کو منع کرتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے، اس کتاب میں کون

سے مسائل غلط ہیں اور کون سے صحیح؟ ان کا خلاصہ اور آپ اس کتاب کے لیے کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

الجواب:

(۱) یہ کہہ کر کہ میں نے تمہیں یہ وعظ قرآن وحدیث سے سنایا ہے، یہ کہنا کہ معلوم نہیں جھوٹ ہے یا سچ۔ قرآنِ عظیم کے صدق میں شک کرنا ہے اور تاویل اور تاویلِ بعید کی یہاں کچھ حاجت نہیں، اوّل تو الفاظ اس کے مساعد نہیں، پھر سوالِ دُوم میں بیانِ مسائل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واعظ ہر وعظ میں مسلمانوں کو ''بہشتی زیور'' منگانے کی ترغیب دیتا ہے، ایسا ہے تو عقیدہ کا دیوبندی معلوم ہوتا ہے اور دیوبندیوں کے نزدیک قرآنِ مجید کے صدق میں ضرور شک ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو وجوباً سچا نہیں جانتے، بلکہ صاف تصریح کرتے ہیں کہ معاذ اللہ وہ امکاناً جھوٹا ہے، پھر وعظ کو قرآن وحدیث سے بتا کر اس کے صدق وکذب میں شک کرنا ضرور کلمۂ کفر ہے، مسلمانوں کو ایسے شخص کا وعظ سننا اور اسے وعظ کی مسند پر بٹھانا حرام ہے۔

(۲) ''بہشتی زیور'' ایک ایسے شخص کی تصنیف ہے جس نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو صریح گالی دی اور جس کی نسبت تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق ''حُسَامُ الْحَرَمَیْن'' میں فرمایا ہے کہ:

من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر

((حُسَامُ الْحَرَمَیْن عَلٰی مَنْحر الْکُفْر وَالْمَیْن، عربی مع اردو ترجمہ، صفحہ ۱۹۸، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ۵۲ ڈونٹاڈ اسٹریٹ، ممبئی۔ ایضاً صفحہ ۱۹۸، مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، کچا رشید روڈ، بلال گنج، لاہور))

''جو اس کی باتوں پر مطلع ہو کر اسے مسلمان جاننا درکنار اس کے کافر ہونے میں شک بھی کرے وہ بھی کافر''۔

"بہشتی زیور" کا دیکھنا عوامِ مسلمان بھائیوں کو حرام ہے، اس میں بہت سے مسائل گمراہی کے اور بہت سے مسائل غلط و باطل ہیں اور یہی کیا تھوڑا ہے کہ وہ ایسے کی تصنیف ہے جس کو مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ کے علمائے کرام باتفاق فرمار ہے ہیں کہ اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔(حُسَامُ الْحَرَمَیْن عَلٰی مَنْحرِ الْکُفْر وَالْمَیْن، عربی مع اردو ترجمہ، صفحہ ۱۹۸، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ۵۲ ڈونٹاڈ اسٹریٹ، ممبئی۔ ایضاً صفحہ ۱۹۸، مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، کچارشید روڈ، بلال گنج، لاہور)

زیادہ اطمینان درکار ہو تو کتاب "حُسَامُ الْحَرَمَیْن عَلٰی مَنْحرِ الْکُفْر وَالْمَیْن" مطبعِ اہلِ سنت و جماعت، بریلی سے طلب کیجیے۔ واللہ تعالٰی اعلم.
(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۴، صفحہ ۳۲۶، ۳۲۷ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

کتاب "بہشتی زیور" ایمان کی قاتل ہے: اعلٰی حضرت کا فتویٰ

مسئلہ ۱۲۷ تا ۱۲۹: مسئولہ آدم ابراہیم صاحب از کچھ انجار ضلع کچھ بھوج بھوم پیر۔

(۱) ایک شخص کہتا ہے کہ لاالٰہ الااللہ فرض ہے، محمد رسول اللہ واجب ہے، کیونکہ قرآنی آیت سے تو پورا کلمہ ایک جگہ ثابت نہیں، ہاں احادیث سے ضرور ثابت ہے، غلط ہے یا صحیح؟

(۲) ایک شخص کہتا ہے کہ ہم کو قرآن و حدیث سے ضرور نہیں، تم آپ ہی اس کے ورق لوٹا کرو، نماز تم ہی پڑھو، سر نیچے اور چوتڑ اُوپر کون کرے، ایسے لوگوں کا کیا کہنا چاہیے؟ اور بیعت ان سے کرنا کس طرح ہے؟ زعم یہ ہے کہ قرآن مولویوں نے بنایا ہے، مولویوں کے قرآن کو نہ ماننا چاہیے۔

(۳) ایک شخص بروئے حلف یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں وہابی نہیں، اللہ کو ایک جانتا

ہوں، رسول اللہ کو نبیِ برحق اور اولیائے عظام کو برابر جانتا ہوں، کرامت کا قائل ہوں، حنفی مذہب کا پابند ہوں، جو لوگ پھر بھی اعتبار نہ کریں تو کیا کیا جائے، قرآن اور اللہ پر یقین نہ کرنے والوں کو کیا کہا جائے؟۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

(۱) وہ شخص جھوٹ کہتا ہے، شریعتِ مطہرہ پر افترا کرتا ہے **لاالٰہ الا اللہ، محمد رسول اللہ** دونوں کا ماننا فرض سے اعظم فرض اور یکساں فرض ہے، دونوں قرآنِ مجید میں ہیں، یکجا نہ ہونے سے ایک کی فرضیت کیوں جاتی رہی؟ بلکہ ان کی فرضیت تو قرآنِ مجید ماننے سے بھی مقدم ہے، قرآنِ مجید کا ماننا ان کے ماننے پر موقوف ہے، بلکہ ان میں بھی پہلا جملہ بغیر دوسرے جملہ کے بیکار ہے اور دوسرے جملہ کے ماننے میں پہلے کا ماننا خود آ گیا، صرف **لاالٰہ الا اللہ** سے مسلمان نہیں ہوسکتا اور صرف **محمد رسول اللہ** سچے دل سے ماننا اِسلام کے لیے کافی ہے، جو اسے مانے محال ہے کہ **لاالٰہ الا اللہ** نہ مانے۔ ''دُرِّ مختار'' میں ہے:

یلقن بذکر الشھادتین لان الاولی لاتقبل بدون الثانیة

(دُرِّ مختار، باب صلوٰۃ الجنائز، جلد۱، صفحہ۱۱۹، مطبع مجتبائی، دہلی)

''(میت کو) دونوں شہادتوں کی تلقین کی جائے کیونکہ پہلی شہادت (توحید) دوسری شہادت (رسالت) کے بغیر مقبول ہی نہیں''۔(ت)

یہ کہنے والا اگر فرقِ فرض وواجب سے غافل ہے یونہی سنی سنائی اتنا جانتا ہے کہ فرض کا مرتبہ زیادہ ہے جب تو اسی قدر حکم ہے کہ کذّاب ہے، بے باک ہے، شریعت پر مفتری ہے، مستحقِ عذابِ نار ہے، اس پر توبہ فرض ہے، اور اگر فرق جان کر کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ (حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اللہ کے رسول ہیں۔ت) کا ماننا

یقینی لازم نہیں، صرف ظنی ہے، تو قطعاً کافر مرتد ہے۔

(۲) اس میں تین الفاظ ملعونہ اور تینوں کفرِ خالص ہے، کافر، مرتد کے ہاتھ پر بیعت کیا معنی! جو اِن اقوال پر مطلع ہو کر اسے مسلمان جانے یا اس کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔ ''بزازیہ'' و ''مجمع الانہر'' و ''دُرِّ مختار'' وغیرہا میں ہے:

من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر

(دُرِّ مختار، باب المرتد، جلد ا، صفحہ ۳۵٦، مطبع مجتبائی، دہلی)

''جس نے اس کے کفر وعذاب میں شک کیا، وہ بھی کافر ہے۔'' (ت)

(۳) اگر اس میں کوئی بات وہابیت کی نہ دیکھی، نہ کوئی قوی وجہ شُبہہ کی ہے تو بلا شُبہہ نہ کیا جائے، بدگمانی حرام ہے، اور اگر اس میں وہابیت پائی تو ثابت شدہ بات اس کی قسموں سے دفع نہ ہو جائے گی، وہابی اکثر ایسی قسمیں کھایا کرتے ہیں،

قال اللہ تعالٰی: یَحْلِفُوْنَ بِاللہِ مَاقَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ وَکَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِھِمْ (التوبۃ: ۷۴)

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ''اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ اُنہوں نے نہ کہا۔ اور بیشک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آ کر بعد میں کافر ہو گئے''۔ (ت) نہ ان کی قَسموں کا اعتبار۔

قال اللہ تعالٰی: اِنَّھُمْ لَآ اَیْمَانَ لَھُمْ (التوبۃ: ۱۲)

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ''بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں''۔

اور اگر کسی وجہ سے شُبہہ ہے تو صرف ان قَسموں پر قناعت نہ کریں، بلکہ اس سے دریافت کریں کہ تو اسمٰعیل دہلوی و نذیر حسین دہلوی و رشید احمد گنگوہی و قاسم نانوتوی و اشرف علی تھانوی اور اُن کی کتابوں ''تقویۃ الایمان'' و ''معیار الحق'' و ''براہینِ قاطعہ'' و

''تحذیرالناس''و''حفظ الایمان''و''بہشتی زیور''وغیرہا کو کیسا جانتا ہے؟، اگر صاف کہے کہ یہ لوگ بے دین گمراہ ہیں اور یہ کتابیں کفر وضلالت سے بھری ہوئی ہیں، تو ظاہر یہی ہے کہ وہابی نہیں، ورنہ ضرور وہابی ہے، جھوٹوں کی قسم پر اعتبار نہ کرنا، قرآن اور اللہ پر اعتبار نہ کرنا نہیں۔

اِذَاجَآئَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْانَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ یَشْهَدُاِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ۝اِتَّخَذُوْٓااَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَآءَ مَاکَانُوْایَعْمَلُوْنَ (اَلْمُنٰفِقُوْنَ: ۲، ۱)

''جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں، اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرالیا تو اللہ کی راہ سے روکا، بیشک وہ بہت ہی بُرے کام کرتے ہیں۔''

واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ، جلد۱۴، صفحہ۳۷۹ تا۳۸۱، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

کتاب ''بہشتی زیور'' کو اچھا کہنے والا دیوبندی ہے: اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

مسئلہ۲۱۳ و ۲۱۷: از اسٹیشن بھوجی پورہ، آر۔ کے۔ آر۔ مسئولہ محمد صدیق دکاندار سگریٹ وبساط خانہ ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امامت کرتا ہے اور پڑھا لکھا بھی ہے، لڑکوں کو پڑھاتا بھی ہے، کچھ مسئلہ مسائل بھی جانتا ہے، اپنے آپ کو اہلِ سنت وجماعت کہتا ہے، بریلی میں جو جلسہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو خلافتِ اسلامیہ کے نام سے

ہوا، جس میں شوکت ومحمد علی ومولانا ابوالکلام آزاد ومسٹر گاندھی وغیرہ نے تقریریں کیں، اس جلسہ میں وہ شریک ہوا، اس جلسہ کی وہ بہت تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ:

(۱) اس جلسہ میں بہت اچھا بیان ہوا، اس جلسہ میں علما تھے، اس میں مکہ شریف، مدینہ شریف اور عرب شریف سے ترکوں کی خلافت چلے جانے اور چھن جانے کے حالات بیان ہوئے اور یہ بھی بیان ہوا کہ ہندوؤں کی دوستی کرنا قرآنِ پاک سے ثابت ہے، اور ان کے بیانات کا جلسہ کے لوگوں پر بہت اثر ہوا، اکثر روتے تھے، ساری خلقت ہزاروں آدمیوں کا جماؤ تھا، ہندو بھی شریک تھے اور مسلمانوں کا ساتھ دے رہے تھے، سب ایکہ کہ ساتے کارروائی ہو رہی تھی، اور یہ بھی کہتا ہے کہ

(۲) انگریزوں سے دوستی اور ان کی نوکری اور ان کے اسکولوں میں پڑھنے کی اور اسلامی مدرسے کھولنے کی منادی ہوگئی، یہ بھی کہتا ہے کہ

(۳) بریلی کے اعلیٰ حضرت نے فتویٰ دیا ہے کہ ترکوں کی خلافت صحیح نہیں ہے۔

اور یہ بھی کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے فتویٰ دیا ہے کہ

(۴) جو کوئی جلوس وجلسۂ خلافت میں جائے گا اس کی بیوی نکاح سے باہر ہو جائے گی، وہ کافر ہو جائے گا، جب دیوبند کی بابت سوال کیا گیا تو کہتا ہے کہ

(۵) میں نہ اس کا مرید ہوں اور نہ بُرا کہتا ہوں، دیوبند کے مدرسہ کی تعریف کرتا ہے، ''بہشتی زیور'' وغیرہ کتابیں اس کے پاس موجود ہیں، تو اب علما سے سوال یہ ہے کہ شخص جو کہ خلافتِ ترکی صحیح مانتا ہے اور شریف صاحب کو بوجہ ترکوں سے جُدا ہونے کے بُرا سمجھتا ہے اور جس کی باتیں اور خیالات اوپر بیان ہوئے، کیسا ہے؟ اس جملہ مذکورہ بالا میں شریک ہونا کیسا ہے؟ اور اس شخص کے کون کون سے خیالات وعقیدے بُرے ہیں؟، خدا و خدا کے رسول کے نزدیک ایسے خیالات رکھنے والے کیا حکم ہے؟ مفصل تحریر

فرمائیں تاکہ جو خیالات اس کے بُرے ہوں ان سے اہلِ سنت و جماعت بچنے کی کوشش کریں، جواب مہری و دستخطی ہونا چاہیے۔

الجواب:

جو شخص پڑھا لکھا ہو کر مدرسۂ دیو بند کی تعریف کرے اور دیو بندیوں کی نسبت کہے کہ میں ان کو بُرا نہیں کہتا۔ اس قدر اس کے مسلمان نہ ہونے کو بس ہے، علمائے کرام حرمین طیّبین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ یہ لوگ کفار، مرتد ہیں، اور فرمایا: **من شک فی عذابه و کفره فقد کفر** (**حُسَامُ الْحَرَمَیْن عَلٰی مَنْحر الْکُفُر وَالْمَیْن**، عربی مع اردو ترجمہ، صفحہ ۱۹۸، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ۵۲ ڈونٹاڈا سٹریٹ، ممبئی۔ ایضاً صفحہ ۱۹۸، مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، کچا رشید روڈ، بلال گنج، لاہور) ''جو اُن کے کافر ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر''۔ تعظیمِ مشرک کے جلوس میں شریک ہونا ضرور حرام ہے، اس کی یہاں سے ممانعت پیش کی گئی اور یہ افترأ ہے کہ مطلقاً شریک ہونے والے کا نکاح باطل بتایا گیا، مگر اس افترأ کا عجب کیا ہے جبکہ وہ خود اس مفتری جلسہ کو پسند کرتا ہے اور اس کے افترأ کا خود ناقل ہے کہ ''ہندوؤں کی دوستی کرنا قرآن سے ثابت ہے'' حالانکہ قرآنِ عظیم جا بجا اس کے خلاف پر ناطق ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز باطل محض ہے، اور اسے امامت سے علیحدہ کرنا فرض ہے، **و اللّٰہ تعالٰی اعلم**.

(فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۴، صفحہ ۵۹۵، ۵۹۶، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

حرمین شریفین کے علمانے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جو مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی (مؤلف حفظ الایمان و بہشتی زیور) کی گستاخانہ عبارت پر واقف ہو کر اس کے کافر ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے: اعلیٰ حضرت

مسئلہ ۲۷۶ و ۲۷۷: از: رادھن پور گجرات، قریب احمد آباد، مرسلہ حکیم محمد میاں صاحب، ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک مولوی صاحب وعظ میں اس طرح کہتے تھے: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے کلامِ پاک میں یوں ارشاد فرماتے ہیں'' اور کبھی اس طرح کہتے تھے: ''ارشاد فرماتا ہے'' کہیں تو ''اللہ فرماتے ہیں'' اور کہیں ''اللہ فرماتا ہے''، ایسے کلام کے کہنے سے انسان پر کفر، شرک تو لازم نہیں آتا؟ یا آتا ہے؟، گناہ گار رہوتا ہے یا نہیں؟، اور کتابوں مصنّف نے ''اللہ فرماتے ہیں'' کیوں نہیں لکھا؟ اور ''فرماتا ہے'' لکھا، کیا وجہ؟

(۲) ابھی چندروز کی بات ہے کہ ایک شہر سے فتوے آئے ہیں، اس میں کئی مُہریں ہیں، اس میں لکھا ہے کہ ''بہشتی زیور'' سے اِنکار کرنے والا کافر ہے، اس کی عورت بھی نکاح سے خارج ہوگئی، اِقرار و اِنکار کرنے والے مسلمان ہی ہیں، مسلمانوں کو کافر کہنا جائز ہے؟ جنھوں نے مسلمانوں کا کافر کہا اسے کیا (کہنا) چاہیے؟۔

الجواب:

(۱) اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ضمائرِ مفرد سے یاد کرنا مناسب ہے کہ وہ واحد فرد وتر ہے اور تعظیماً ضمائرِ جمع میں بھی حرج نہیں، اس کی نظیر قرآنِ عظیم میں ضمائرِ متکلم ہیں، تو صدہا جگہ ہے: (مثلاً)

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (اَلۡحِجر: ۹)

''بیشک ہم نے اُتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں''۔ (ت)

اور ضمائرِ خطاب میں صرف ایک جگہ ہے، وہ بھی کلامِ کافر سے کہ عرض کرے گا:
رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا(اَلْمُؤْمِنُوْنَ:۹۹،۱۰۰)(''اے میرے رب مجھے واپس پھیر دیجیے، شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں''۔ت) اس میں علما نے تاویل فرمادی کہ یہ ارجع کی جمع باعتبارِ تکرار ہے یعنی ارجع ارجع ارجع ،ہاں ضمائرِ غیبت میں بے ذکرِ مرجع صیغِ جمع فارسی ،اور اُردو میں بکثرت بلانکیر رائج ہیں۔ع

آسمان بارِامانت نتوانست کشید

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

(آسمان امانت کا بوجھ نہ اُٹھا سکا،قرعہ فال مجھ دیوانے کے نام نکلا۔ت)

ع سعد یا روز اول جنگ بہ ترکاں دادند

(اے سعدی! روزِ اوّل سے جنگ ترکوں کو دے دی گئی ہے۔ت)

ے زرُویت ماہ تابان آفریدند

زقدت سرو بستان آفریدند

(تیرے چہرۂ اقدس سے روشن چاند پیدا ہوتے ہیں تیرے قدِ انور سے باغ کے سرو اُگتے ہیں۔ت)

ایسی جگہ لوگ کارکنانِ قضاء وقدر کو مرجع بتاتے ہیں، بہر حال یُوں ہی کہنا مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، مگر اس میں کفر و شرک کا حکم کسی طرح نہیں ہوسکتا، نہ گناہ ہی کہا جائے گا، بلکہ خلافِ اولیٰ۔

(۲) مسلمان کو کافر ٹھہرانا کفر ہے مگر اس کی کیا شکایت کہ ''بہشتی زیور'' کا مصنّف اور اس کے ماننے والے وہی ہیں جن کو علمائے حرمین شریفین فرما چکے کہ ''جو اِن کے کُفر میں شک کرے، خود کافر ہے۔'' (حُسَامُ الْحَرَمَیْن عَلٰی مَنْحرِ الْکُفْرِ وَالْمَیْن، عربی مع اردو ترجمہ،

صفحہ۱۹۸، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ۵۲ ڈونٹاڈ اسٹریٹ، ممبئی۔ ایضاً صفحہ۱۹۸، مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، کچا رشید روڈ، بلال گنج، لاہور)

واللّٰہ تعالٰی اعلم

(فتاوٰی رضویہ، جلد۱۴، صفحہ۶۴۸، ۶۴۹، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

مسلمانوں کی اَرواح کے اپنے گھروں میں آنے سے اِنکار پر مشتمل ''بہشتی زیور'' میں درج مولوی اشرفعلی تھانوی کے مؤقِّف کامدلّل رد، اورمولوی اشرفعلی تھانوی کا اپنے مؤقِّف کے دفاع سے فرار:

مسئلہ۳۲۴: از قصبہ کسیر کلاں ڈاک خانہ خاص ضلع بلند شہر، مرسلہ عبدالشکور صاحب، ۵ رمضان ۱۳۳۷ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طریقت شعار حقیقت آثار جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب **دام ظلکم وفضلکم**، بعد ابلاغِ سلامِ مسنون الاسلام کے گزارش ہے، کیا فرماتے ہیں علمائے دین سوالاتِ ذیل میں کہ ''بہشتی زیور'' کے چھٹے حصے میں لکھا ہے کہ ''مُردوں کہ روحیں اوقاتِ متبرکہ شبِ جمعہ وغیرہ اپنے گھروں کو نہیں آتیں، اگر کسی ایسی ویسی کتاب میں لکھا دیکھو، جب بھی ایسا عقیدہ مت رکھنا''

((بہشتی زیور، چھٹا حصہ، تیسرا باب، عنوان: ان رسموں کا بیان، جو کسی کے مَرنے میں برتی جاتی ہیں، صفحہ۶۸، مطبوعہ مطبع انتظامی، کانپور۔ اشاعت ۱۹۱۸ء۔ ایضاً صفحہ۵۰۲، مطبوعہ المکتبۃ المدنیۃ، ۱۷۔اردو بازار، لاہور))

باوجود احادیثِ صحیحہ اور اکثر روایاتِ کُتُبِ معتبرۂ اہلِ سنت وجماعت سے ارواح کا آنا ثابت، اس باب میں ہر چند مولوی اشرف علی تھانوی سے ان سب کتابوں کے

اسمائے طیبہ وحوالہ جات جن سے ارواح کا آنا ثابت، لکھ کر دریافت کیا کہ کیا یہ سب کتابیں ایسی ویسی ہیں؟، اگر ایسی ویسی نہیں تو ان کو ایسی ویسی کہنے والے کی نسبت شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ اس پر مولوی صاحب نے جو جوابات جملہ خطوں کے بغیر دستخط اپنے تحریر فرمائے ہیں وہ قابلِ ملاحظہ حضور ہیں، لہٰذا ہر ایک خط کی نقل مع جواب اس کے تحریر کی جاتی ہے۔

(عزیزی منظور محمد عمر کا پہلا خط بنام مولوی اشرف علی تھانوی) جناب مولوی صاحب بعد السلام علیکم! عرض ہے کہ جناب کی بعض تصنیفات مثل "بہشتی زیور" وغیرہ میں جملہ رسومِ مروجہ اہلِ اسلام مثلاً قیامِ میلاد شریف، واعراسِ بزرگانِ دین وتعینِ گیارھویں شریف وطریقِ نیاز ایصالِ ثواب میت اور دُعا کے لیے بروقتِ فاتحہ ہاتھ اُٹھانا اور میت کا تیجا، دسواں، بیسواں، چہلم، سہ ماہی، ششماہی، برسی، سات جمعراتیں کرنا، اور بزرگوں سے اِستمداد چاہنا اور ان کے مزاروں پر چادریں چڑھانا اور عورتوں کو قبورِ اولیائے کرام پر بغرضِ زیارت کے جانا وغیرہ وغیرہ ناجائز وبدعت لکھا ہے، اور ان ایام میں ہماری طرف ایک رسالہ موسوسہ "مفیدِ آخرت" حصہ اوّل ودُوم چھپ کر شائع ہوئے ہیں، بغرضِ ملاحظہ جناب ہمراہ تحریرِ ہٰذا اِرسال ہیں، اِن دونوں حصوں میں امورِ متذکرہ بالا کو بہ دلائلِ احادیث واقوالِ مشائخ کرام، علمائے عظام وروایاتِ فقہ، جائز ومستحسن ثابت کیا گیا ہے اور نیز جناب نے "بہشتی زیور" کے حصہ چھ کے اس بیان میں جس میں ان رسموں کے بیان ہے جو کسی کے مرنے میں برتی جاتی ہیں، لکھا ہے:

"بعض یہ سمجھتے ہیں کہ ان تاریخوں اور جمعرات کے دن اور شبِ برأت وغیرہ کے دنوں میں مُردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں، اِس بات کی بھی شرع شریف میں کچھ اصل نہیں اور ان کے آنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کیونکہ جو کچھ ثواب مُردوں کو پہنچایا

جاتا ہے اس کو خود اس کے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے، پھر اس کو کون ضرور ہے کہ مارا مارا پھرے، پھر یہ بھی ہے کہ اگر مُردہ نیک اور بہشتی ہے تو ایسی بہار کی جگہ چھوڑ کر کیوں آنے لگا؟ اور اگر بد اور دوزخی، تو اس کو فرشتے کیوں چھوڑیں گے کہ عتاب سے چُھوٹ کر سیر کرتا پھرے؟ غرض یہ بات بالکل بے جوڑ معلوم ہوتی ہے، اگر کسی ایسی ویسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھو، تب بھی ایسا اعتقاد مت رکھنا، جس کتاب کو عالم سند نہ رکھیں، وہ بھروسہ کی نہیں ہے۔''

((بہشتی زیور، چھٹا حصہ، تیسرا باب، عنوان: ان رسموں کا بیان، جو کسی کے مَرنے میں برتی جاتی ہیں، صفحہ ۶۸، مطبوعہ مطبع انتظامی، کانپور۔ اشاعت ۱۹۱۸ء۔ ایضاً صفحہ ۵۰۲، مطبوعہ المکتبۃ المدنیۃ، ۱۷۔ اردو بازار، لاہور))

برخلاف اس کے جناب مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب رام پوری نے اپنی کتاب ''عمدۃ الفائحہ'' میں ارواحِ موتٰی کا اوقاتِ متبرکہ میں اپنے گھروں کو آنا احادیث وکتبِ فقہ، اقوالِ مشائخِ کرام وعلمائے عظام سے ثابت کیا ہے، مشتِ نمونہ وہ روایات بھی یہاں لکھی جاتی ہیں، سُنیے،

☆ ''اشعۃ اللمعات'' میں مولانا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی **رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ** لکھتے ہیں:

"دربعضے روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانۂ خود راشبِ جمعہ پس نظرمی کند کہ تصدق می کنند ازوے یانہ''۔

''بعض روایات میں منقول ہے کہ جمعہ کی رات میت کی رُوح اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہیں کہ اس کی طرف سے صدقہ کیا گیا ہے یا نہیں''۔ (ت)

(اشعۃ اللمعات، باب زیارت القبور، جلد۱، صفحہ ۷۱۶،۷۱۷، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

☆ ''دقائق الاخبار'' مصنّفہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ میں ہے:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ جس دن ہوتا ہے دن عید کا، یا دن جمعہ کا، یا روزِ عاشورہ کا، یا شبِ نصف شعبان، آتی ہیں رُوحیں مُردوں کی، اور کھڑی ہوتی ہیں اُوپر دروازوں اپنے گھروں کے، پس کہتی ہیں: آیا ہے کوئی کہ یاد کرتا ہے مجھ کو؟، آیا ہے کوئی کہ رحم کرے اوپر ہمارے؟، آیا ہے کوئی کہ یاد کرے غربت ہماری کو؟، اے وہ لوگو! کہ رہتے ہو تم بیچ گھروں ہمارے کے، اے لوگو! اچھے ہوئے تم ساتھ اس کے اور بدبخت ہم ساتھ اس کے ہوئے، اور اے لوگو! کھڑے ہو تم بیچ کشادہ محلوں ہمارے کے، اور ہم درمیان قبروں تنگ کے، اور آیا ہے اے لوگو! ذلیل کیا تم نے یتیموں ہمارے کو، اے لوگو! نکاح کیا تم نے ساتھ عورتوں ہماری کے، آیا ہے کہ یاد کرے کوئی بیچ غربت اور فقر ہمارے کے، اعمال نامے تمھارے کشادہ ہیں اور اعمال نامے ہمارے لپیٹے گئے۔''

((دقائق الاخبار، عربی، صفحہ ۱۷، مطبوعہ مصر۔ منسوب بہ الامام عبد الرحیم القاضی.
ایضاً، عربی مع اُردو ترجمہ، صفحہ ۶۰ و ۶۱، مطبوعہ در مطبع قیومی، کانپور۔ مترجم مولوی میر محمد ساکن میرٹھ۔
ایضاً اُردو ترجمہ بنام قُرَّۃُ الابصار، صفحہ ۱۲۳ تا ۱۲۵، مطبوعہ مکتبہ قادریہ سکندریہ، حزب الاحناف، گنج بخش روڈ، لاہور۔ منسوب بہ امام غزالی. مترجم: مولانا محبت علی قادری رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ))

☆ اور قریب قریب روایت اسی مضمون کی کتاب ''درر الحسان'' میں امام سیوطی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نقل فرماتے ہیں:

وعن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اذا کان یوم العید ویوم العشر ویوم الجمعة الاولی من شهر رجب ولیلة النصف من شعبان ولیلة الجمعة یخرج الاموات من قبورهم ویقفون علی ابواب بیوتهم ویقولون ترحموا علینا فی هذه اللیلة بصدقة ولو بلقمة من خبز فانا محتاجون الیها

فان لم یجدوا اشیئا یرجعون بالحسرۃ.

(درر الحسان فی البعث والجنان، صفحہ ۱۵،۱۶، مطبوعہ المکتبۃ الکاسلیۃ، مصر)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے جب عید کا دن، دسوں دن، ماہِ رجب کا پہلا جمعہ، شبِ برأت (شعبان کی نصف) اور جمعہ کی رات آتی ہے تو اموات اپنی قبور سے نکل کر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور کہتے ہیں ہماری طرف سے اس رات صدقہ کرو، اگرچہ روٹی کا ایک لقمہ ہی دو، کیونکہ ہم اس کے ضرورت مند ہیں، اگر وہ کچھ صدقہ نہ کریں تو بڑے افسوس سے لَوٹتے ہیں''۔(ت)

☆ ''دستور القضاۃ'' مصنفۂ صدرالدین رشید تبریزی میں ''فتاویٰ نسفیہ'' سے منقول ہے:

ان ارواح المؤمنین یأتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتھم ثم ینادون کل واحد منھم بصوت حزین یآاھلی واولادی و اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرناولاتنسونا وارحمونا فی غربتنا قد کان ھذاالمال الذی فی ایدیکم فی ایدینا فیرجعون منھم باکیاً حزینا ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین اللّٰھم قنطھم اللّٰہ من الرحمۃ کما قنطونا من الدعاء والصدقۃ

(دستور القضاۃ، الباب التاسع عشر فی الزیارۃ، صفحہ ۱۴۹، مخطوط)

''اہلِ ایمان کی ارواح ہر جمعہ کی رات اور دن کو اپنے گھروں کے صحن میں آکر غمناک آواز دیتی ہیں: اے میرے گھر والو، اے میری اولاد، اے میرے رشتہ دارو، ہم پر صدقہ کرکے مہربانی کرو، ہمیں یاد رکھو، ہمیں بھول نہ جاؤ، ہماری غربت پر رحم کرو، یہ مال جو تمہارے ہاتھوں میں ہے یہ کبھی ہمارے پاس بھی تھا، پھر وہ غمگین روتے ہوئے واپس جاتے ہیں، پھر ان میں سے ہر کوئی غمگین آواز سے کہتا ہے: اے اللہ! ان کو رحمت سے

اسی طرح دُور فرما، جس طرح انھوں نے ہمیں دعا وصدقہ سے مایوس کیا ہے۔''(ت)

☆ ''اشباہ والنظائر'' احکامِ جمعہ میں مسطور ہے:

وفیه یجتمع الارواح

((الاشباہ والنظائر، باب احکام الجمعہ، جلد۲، صفحہ ۲۳۹ ادارۃ القرآن، کراچی))

یعنی ''جمعہ کے دن رُوحیں اکٹھی ہوتی ہیں۔''

☆ ''روضۃ الریاحین'' میں ہے:

مذهب اهل السنة ان ارواح الموتٰی ترجع فی بعض الاوقات من عِلّیین وسجین یاتون الی اجساد هم فی قبورهم عندمایرید الله تعالٰی وخصوصًا فی لیلة الجمعةویجلسون ویتحدثون.

((روضُ الرّیاحِین فی حَکایاتِ الصَّالِحِین، الحکایة الثامنة والستون بعدالمائة، صفحہ ۱۶۸، مطبوعہ مکتبہ معروفیہ، ہادیہ حلیمہ سنٹر، غزنی اسٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ روض الریاحین اُردو ترجمہ بہ نام نزہۃ البساتین، صفحہ ۱۹۳، ۱۹۴، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔ مترجم: مولوی جعفر علی نگینوی۔ ایضاً اُردو ترجمہ، صفحہ ۱۹۰، مطبوعہ دارالاشاعت، ایم اے جناح روڈ، اُردو بازار، کراچی))

''اہل السنّت کا مذہب یہ ہے کہ اموات کی ارواح جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے علّیین اور سجین سے اپنے اجسام کی طرف آتی ہیں خصوصاً جمعہ کی رات، دن میں آپس میں بیٹھ کر گفتگو کرتی ہیں''۔(ت)

بخوفِ تطویل اس قدر ہی روایات پر بس، ورنہ اور بھی کتبِ معتبرہ ''خزانۃ الروایات'' اور ''عوارف المعارف'' اور ''تذکرۃ الموتی'' مصنفہ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللّٰہ تعالٰی سے ارواحِ موتی کا اوقاتِ متبرکہ میں اپنے گھروں کو آنا ثابت ہے۔ (تذکرۃ الموتٰی والقبور، فارسی، صفحہ، مطبوعہ نوری کتب خانہ، کانسی روڈ، کوئٹہ۔

ایضاً صفحہ ۳۶، ۳۷، مطبوعہ در مطبع نظامی، کانپور۔ اشاعت: ۱۲۷۹ھ) چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ ''فتاویٰ عزیزی'' ترجمہ ''سرورِعزیزی'' میں فرماتے ہیں:

''مُردے اوقاتِ متبرکہ میں مثلاً شبِ قدر اور شبِ جمعہ میں اپنے اُن عزیزوں کے پاس گذرتے ہیں کہ وہ عزیز اُن اموات کو یاد کرتے ہیں'' ۔قدرِ ضرورت۔

((فتاویٰ عزیزی، فارسی، جلد۲، صفحہ ۱۱۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی۔ ۱۳۲۶ھ۔ ایضاً اُردو ترجمہ، صفحہ ۱۵۸، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔ ''فتاویٰ عزیزی'' ترجمہ ''سرورِعزیزی''، جلد۲، صفحہ ۲۶۲، مطبوعہ مطبع مجیدی، کانپور۔ مترجم: مولوی عبدالواجد نولوی غازی پوری۔
طباعت: ربیع الاول ۱۳۳۲ھ/فروری: ۱۹۱۴ء))

جناب آپ کی عبارتِ بالا دیکھنے اور ان سب روایات کے غور کرنے سے عوام الناس نہایت مبتلائے اوہام اور مشکوک ہیں، اب سوال یہ ہے کہ آپ کے اقوال قابلِ تسلیم یا یہ جملہ روایاتِ منقولہ اور کتبِ حوالہ جات، روایاتِ منقولہ کو کیا تصور کیا جائے؟ آیا یہ سب کتابیں ایسی ویسی ہیں جن کی عالم سَنَد نہیں رکھتے؟، یا یہ کہ بھروسہ کی ہیں؟، اور مصنّفینِ کتبِ مذکورہ کے اقوال قابل ماننے کے ہیں یا نہیں؟ ''مفیدِ آخرت'' میں جو کچھ تحقیق کیا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ وہی درست ہے جو جناب کی کتاب ''زشتی زیور'' (بہشتی زیور) وغیرہ میں لکھا ہے؟، عنداللّٰہ بواپسی ڈاک جوابِ باصواب بنظرِ انصاف مستفید فرمایئے تاکہ خاطر جمع ہوں، اللہ آپ کو اس کی جزائے خیر دے گا، جواب کے واسطے ٹکٹ مرسل ہے، ۵ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ۔

(پہلے خط کا جواب از طرف تھانوی):

''السلام علیکم اگر تقلید پر اکتفا ہے تو جو شخص آپ کے نزدیک قابلِ اعتماد ہو اس کا اتباع کیجیے اور اگر تحقیق کا شوق ہے تو یہ خط لے کر تشریف لے آیئے، بشرطیکہ کچھ علومِ

دینیہ سے مناسبت بھی ہو۔''

(دوسرا خط بنام تھانوی):

جناب تھانوی صاحب! السلام علیکم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آنا اپنے گھروں کوارواحِ موتیٰ کا اوقاتِ متبرکہ مثل شبِ جمعہ وغیرہ میں احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے، جیسا کہ ''اشعۃ اللمعات'' میں ہے:

"دربعضے روایات آمده است که روح میت می آید خانۂ خود راشبِ جمعه پس نظرمی کند که تصدق می کنند ازوے یانه''۔

''بعض روایات میں منقول ہے کہ جمعہ کی رات میت کی رُوح اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہیں کہ اس کی طرف سے صدقہ کیا گیا ہے یا نہیں''۔(ت)

(اشعہ اللمعات، باب زیارت القبور، جلد۱، صفحہ۷۱۶،۷۱۷، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

اور نیز اکثر کتبِ معتبرۂ اہلِ سنت و جماعت، فقہ وحدیث وتفاسیر مثلاً **"دقائق الاخبار"، "دررالحسان"، "دستور القضاة"، "فتاویٰ نسفیه"، "اشباه والنظائر"، "روضة الریاحین"، "خزانة الروایات"، "عوارف المعارف"، "تذكرةالموتی"**، ''فتاویٰ عزیزی'' و''تفسیرِ عزیزی'' میں ارواح کا آنا مسطور، لیکن جناب کی ''زشتی زیور'' (بہشتی زیور) کے حصہ چھ میں ''ارواحِ موتیٰ کا اوقاتِ متبرکہ میں اپنے گھروں میں نہ آنا'' اس شدّ ومدّ کے ساتھ مذکور کہ ''اگر ایسی ویسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھو تب بھی ایسا اعتقاد مت رکھنا'' تو سوال یہ ہے کہ یہ لکھنا جناب کا کس صورت پر محمول کیا جاوے، آیا سب کتابیں مذکورالصدر جن سے ارواح کا آنا ثابت ہے، ایسی ویسی کتب ہیں؟ اور اگر نہیں تو ان کتابوں کو ایسی ویسی سمجھنے والے کے حق میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ **عنداللّٰہ** غور فرما کر جوابِ حق سے مع مُہر اور دستخط کے دریغ نہ کریئے گا۔۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ۔

(دوسرے خط کا جواب از طرف تھانوی):

''وعلیکم السلام، چونکہ اندازِ عبارت سے مقصود اعتراض معلوم ہوتا ہے اور جس پر اعتراض کرنا مقصود ہو اس سے استفسار کرنا نامناسب ہے، اس لیے جواب نہیں دیا گیا کیونکہ مقصود استفتاء سے دوسرا ہوتا ہے یعنی طلب حکم العمل، اور ان دونوں غرضوں سے منافات معلوم''۔

(تیسرا خط بنام تھانوی)

''جناب، السلام علیکم، افسوس مسئلہ حل طلب جناب کو دوبارہ لکھا، لیکن جوابِ جواب باوجود یکہ فقیر کو نہ اعتراض مرغوب، نہ کوئی مناظرہ محبوب، بلکہ اظہارِ حق مطلوب، کتبِ معتبرۂ اہلِ سنت وجماعت جن کے اسمائے طیبہ پچھلے خطوں میں بالتصریح مذکور، جب یہ ایسی ویسی نہیں، تو ان کو ایسی ویسی سمجھنے والے کی نسبت جو حکمِ شرع ہو اس کے لکھنے میں آپ کو کیا تأمل ہے؟، ہاں البتہ آپ کے اس لفظ ایسی ویسی کے لکھنے میں شامل ضرور ہوتی ہیں، شاید جس کی وجہ سے اظہارِ حق میں کچھ دریغ ہے، اگر بہ تقاضائے بشریت جناب سے کوئی سہو وخطا اس کلمہ ''ایسی ویسی'' کے لکھنے میں مضمر ہے تو آگاہیت پر ان کلمات کی واپسی میں کیا عذر ہے؟ اور اگر خاص کوئی تاویل ہے تو اس سے عنداللہ مع دستخط ومُہر کے بواپسی ڈاک صاف طور سے عوام کو مطلع فرما دیجیے گا بلحاظ اس کے تاکہ ظن قائم کریں، اگر آپ نے صاف صاف جوابِ جواب بھی نہ دیا تو پھر مجبوراً یہی متصور ہوگا کہ آپ کو کتبِ معلومہ سے انحراف ہے، اس پر پھر جو حکمِ شرعی ہوگا علمائے اہلِ سنت وجماعت سے استفتاء لے کر بذریعہ اشتہار مشتہر کر دیا جائے گا، ۹ فروری ۱۹۱۹ء''۔

(تیسرے خط کا جواب از طرف تھانوی):

''السلام علیکم، مجھ کو جو کچھ عرض کرنا تھا کر چکا، فقط''۔

جنابِ من! تینوں خط مع جواب ان کے پیشِ خدمت بعد ملاحظہ مخفی نہ رہے گا مولوی صاحب نے اصل جواب کے دینے میں کس قدر اینچ پیچ لگائے ہیں، اور جو مقصودِ سوال تھا ان کے جوابات میں وہ قطعی مفقود، اب سوال یہ ہے کہ اس عبارت ''زشتی زیور'' (بہشتی زیور) سے کہ جس میں لکھا ہے: ''ارواحِ موتیٰ کا اوقاتِ متبرکہ میں اپنے گھروں کو آنا اگر کسی ایسی ویسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھو، تب بھی ایسا اعتقاد مت رکھنا۔''

اس سے اور نیز خطوطِ مذکورہ کے جوابات سے یہ امر ثابت ہے یانہیں کہ مولوی صاحب کو جملہ احادیث و روایات، کتبِ معتبرۂ اہلِ سنت و جماعت، جن میں ارواح کا آنا ثابت، ایسی ویسی تسلیم، اور جو شخص ان سب احادیث روایات کو ایسی ویسی کہے اس کی نسبت شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

الجواب

تھانوی نے ''حفظ الایمان'' حضورِاقدس سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی صریح توہین کی اور شدید گالیاں دیں، جس پر علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق اس پر حکمِ کفر دیا اور صاف فرمادیا کہ:

من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر

((حُسَامُ الۡحَرمَیۡن عَلٰی مَنۡحر الۡکُفۡر وَالۡمَیۡن، عربی مع اردو ترجمہ، صفحہ ۱۹۸، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ۵۲ ڈونٹاڈ اسٹریٹ، ممبئی۔ ایضاً صفحہ ۱۹۸، مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، کچا رشید روڈ، بلال گنج، لاہور))

''جو اس کے اقوال پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں شک بھی کرے، وہ بھی

کافر ہے''۔

اس کے بعد اس کی ایسی ویسی باتوں پر کیا التفات اور کتبِ دینیہ کی توہین کی کیا شکایت؟، **ماعلی مثله بعد الخطاء** (''خطا کے بعد اس کی مثل مجھ پر نہیں''۔ت) **واللّٰہ تعالٰی اعلم**.

(فتاویٰ رضویہ، جلد۱۴، صفحہ۶۹۲ تا۶۹۸، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

عوامِ مسلمین کو ''بہشتی زیور'' کا پڑھنا، پڑھانا حرام ہے: اعلیٰ حضرت

مسئلہ۳۳۳: مسئولہ سیٹھ حاجی اتّو صاحب از پور بندر، کاٹھیاواڑ، شنبہ۶ رمضان شریف۱۳۳۴ھ۔

کیا فرماتے ہیں علما اس مسئلہ میں کہ گجراتی زبان لڑکیوں کو غیر مذہب والی عورتوں سے سیکھوانا یعنی پڑھوانا اور نیز لکھنے کی تعلیم دلوانا جیسے ہندوانی وآریہ مذہب والی عورتوں سے قبل واقفیت ضروری علمِ دینی کے جائز ہے یانہیں؟ یعنی اپنے دینِ حقہ کے مسائل اور دیگر مسائلِ روزمرہ مثل نماز وروزہ وغیرہ کے پہلے اور نیز اُردو کی دُنیوی کتابیں پڑھوانے کے واسطے کیا حکم ہے؟ یعنی ہم لوگوں نے مدرسہ قائم کیا ہے، اس مدرسہ میں عربی، اُردو، گجراتی علم پڑھایا جاتا ہے، اب ہم علمائے دین سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ گجراتی علم درست ہوتو ہندوعورتوں سے پڑھوانا جائز ہے یانہیں؟ اورلڑکیوں کو لکھنا اور پڑھانا سکھانا جائز ہے یانہیں؟ اور یہی علوم مسلمان عورتوں سے سیکھنا درست ہے یانہیں؟ فقط۔

الجواب

عورتوں لڑکیوں کولکھنا سکھانا منع ہے۔حدیث میں ہے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: **لاتعلموھن الکتابۃ** (عورتوں کولکھنا نہ سکھاؤ)
(الکامل لابن عدی، ترجمہ جعفر بن نصر، جلد۲، صفحہ۵۷۵، دارالفکر، بیروت)

اس میں فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (البقرۃ:۱۹۱)

’’فتنہ قتل سے بھی سخت ہے‘‘۔

حضرت لقمان **علی الانبیاء الکرام وعلیہ الصلٰوۃ والسلام** نے ایک لڑکی مکتب میں ایسی تعلیم ہوتے ہوئے دیکھی، فرمایا:

لمن یصقل ھٰذا السیف

(**الفتاوی الحدیثیۃ، مطلب یکرہ تعلیم النساء الکتابۃ،** صفحہ۶۳، **المطبعۃ الجمالیۃ، مصر. ایضاً** صفحہ۱۵۴، **مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان**)

’’یہ تلوار کس کے لیے صیقل کی جارہی ہے‘‘۔

یہ انہوں نے اپنے زمانے کی نسبت فرمایا، اب تو جیسے فتنہ کا زمانہ ہے ظاہر، اس لیے ’’دُرِّمختار‘‘ وغیرہ میں فرمایا:

من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل

(**دُرِّمختار، کتاب الصلٰوۃ، باب الوتر والنوافل،** جلد۱، صفحہ۹۹، **مطبع مجتبائی، دھلی**)

’’جوکوئی اپنے زمانے کے لوگوں کے حالات سے ناواقف ہے وہ نادان ہے۔‘‘ (ت)

غیر مذہب والیوں کی صحبت آگ ہے، ذِی علم، عاقل بالغ مَردوں کے مذہب اس میں بگڑ گئے ہیں، عمران بن حطان رقاشی کا قصہ مشہور ہے، یہ تابعین کے زمانہ میں ایک بڑا محدّث تھا، خارجی مذہب کی عورت کی صحبت میں **معاذاللہ** خود خارجی ہوگیا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ اُسے سُنّی کرنا چاہتا ہے، جب صحبت کی یہ حالت، تو اُستاد بنانا کس درجہ بدتر ہے

کہ اُستاد کا اثر بہت عظیم اور نہایت جلد ہوتا ہے، اور پھر کمسن لڑکیاں کچی لکڑی، جدھر کو پھیری گئی، پھر جائیں گی، تو غیر مذہب عورت کی سپردگی یا شاگردی میں اپنے بچوں کو وہی دے گا جو آپ دین سے واسطہ نہیں رکھتا، اور اپنے بچوں کے بددین ہوجانے کی پرواہ نہیں رکھتا، شریعت کا تو یہ حکم ہے کہ کافرہ عورت سے مسلمان عورت کو ایسا پردہ واجب ہے جیسا انہیں مرد سے، یعنی سر کے بالوں کا کوئی حصہ یا بازو یا کلائی یا گلے سے پاؤں کے گٹوں کے نیچے تک جسم کا کوئی حصہ مسلمان عورت کا کافرہ عورت کے ساتھ کھُلا ہونا جائز نہیں۔ ''دُرِّ مختار'' و ''تنویر الابصار'' میں ہے:

والذمیة کالرجل الاجنبی فی الاصح فلاتنظر الی بدن المسلمة
(دُرِّمختار شرح تنویر الابصار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس، جلد۲، صفحہ۲۴۲)

''ذمیہ زیادہ صحیح قول میں غیر محرم مرد کی طرح ہے، لہٰذا وہ کسی مسلمان عورت کے جسم کو نہ دیکھے۔'' (ت)

یہ حکم اس کافرہ کی نسبت فرمایا جو سلطنتِ اسلام میں مطیع الاسلام ہو کر رہتی ہے، پھر اس کا کیا ذکر جو مطیع الاسلام بھی نہیں، اہلسنت وجماعت کے عقیدے اور طہارت ونماز وروزہ کے مسئلے سیکھنا سب پر فرض ہے اور ان کی معتبر کتابیں جیسے عقائد میں مختصر رسالہ ''عرفانِ ایمان'' وغیرہ (نہ وہ کتابیں کہ بے دینوں یا بدمذہبوں نے لکھیں جیسے ''بہشتی زیور'' وغیرہ کہ ایسی کتابیں پڑھنا، پڑھانا حرام ہے) غرض سُنّی عالم کی اُردو تصنیف صحیح العقیدہ، نیک خصلت سے پڑھوانا ضروری ہے، ان ضروریات اور قرآنِ عظیم پڑھنے کے بعد پھر اگر اُردو یا گجراتی کی دُنیوی کتاب جس میں کوئی بات نہ دین کے خلاف ہو، نہ بے شرمی کی، نہ اخلاق وعادات پر بُرا اثر ڈالنے کی، اور پڑھانے والی عورت

سُنّی مسلمان، پارسا، حیادار ہو تو کوئی حرج نہیں[1]، واللہ تعالٰی اعلم.

(فتاویٰ رضویہ، جلد۲۳، صفحہ۶۹۱ تا۶۹۳، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

(۱۰)

مسئلہ۳ تا۷: از اسارا ڈاکخانہ کرہٹل ضلع میرٹھ، مدرسہ حفاظتِ اسلام، مرسلہ منشی محمود علی، مدرس مدرسہ مذکور، ۲۹ ربیع الاخر۱۳۳۶ھ۔

(۱) اس زمانہ میں جب کہ عام جہالت کی گھٹا پھیلی ہوئی ہے تو اس وجہ سے قرآنِ پاک، حدیث شریف، فقہ حنفیہ کا بوجہ بعض مسائل شرمناک ہونے کے مثلاً حیض، نفاس، جماع، طلاق، ثبوتِ نسب وغیرہ کے کتبِ بالا کا ترجمہ کر کے عوام کے رُوبرو اظہار کرنا کیا منع ہے۔

(۲) کُتبِ فقہ جو مذہبِ حنفی کی درسی وغیر درسی مثلاً ''کنز الدقائق''، ''شرح وقایہ''، ''ہدایہ''، ''دُرِّ مختار''، ''عالمگیری''، ''شامی''، ''قاضی خاں'' وغیرہ اور اُن کی شروح جو مشہور مدارسِ عربیہ میں داخلِ درس ہیں آیا صحیح ہیں یا فرضی؟

(۳) جو مسائل کتبِ مذکورہ بالا سے اخذ کر کے اُردو میں کر دیے جائیں تاکہ عوام اُس سے فائدہ مند ہوں، تو کیا وہ قابلِ یقین وعمل نہ ہوں گے، جیسے کُتبِ فارسی واُردو ''مالا بدمنہ''، ''مفتاح الجنت''، ''بہشتی زیور'' وغیرہ۔

(۴) جو شخص باوجود دعوائے حنفیت کرتے ہوئے کُتُبِ بالا سے انکار کرے اور کہے کہ

---

(۱) حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی تحریر فرماتے ہیں:

''لڑکیوں کو ضروری مسائلِ شرعیہ، عبادات ومعاملات کی تعلیم دینا ضروری ہے، یونہی ان کو امورِ خانہ داری مثلاً کھانا پکانا، سینا، پھول بوٹے بنانا وغیرہ ایسے کام سکھانا بھی جائز بلکہ بہتر ہے، مگر ان کی تعلیم کے لیے نصرانیہ عورتوں کے پاس بھیجنا ناجائز ہے کہ ان کی صحبت سے اُسی قسم کی آزادی اور دین سے بے تعلقی پیدا ہونے کا قوی احتمال ہے۔''

(فتاوی امجدیہ، جلد۴، صفحہ۲۴۹، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی) (میثم قادری)

ان کے مسائل فرضی ہیں۔ حنفی مذہب کے نہیں، جس کی وجہ سے ایک گروہِ عظیم کا کُتُبِ بالا سے اعتقاد خراب ہو جاتا ہے، یہ لوگ اپنے دعویٰ میں مقلّد ہوں گے یا غیر مقلد؟

(۵) اکثر لوگ ''بہشتی زیور'' کے بعض مسائل پر کہ متفرق طور سے فصلِ نجاست اور ثبوتِ نسبت وغیرہ میں ہیں، اعتراض کرتے ہیں، ہم نے ان کی تحقیق کتبِ فقہ میں کی تو ''شرح وقایہ''، ''دُرِّ مختار''، ''کنز الدقائق'' میں پائے جاتے ہیں، ایک مفتی صاحب کہتے ہیں کہ مسائل فرضی ہیں، اُن کا کہا کیونکر صحیح ہے؟

الجواب:

(۱) ایسے سوال میں قرآنِ عظیم کا شامل کرنا سُوءِ اَدب ہے، اللہ و رسول جَلَّ وعَلا و صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے ہماری ہر حاجت کے متعلق حق و باطل، نفع وضرر پر ہمیں مطلع فرمایا۔ جس طرح ہمیں نماز، روزہ سکھایا، یونہی جماع و اِستنجا تعلیم فرمایا، مگر امورِ شرم کا ذکر طرزِ بیان مختلف ہو جانے سے مختلف ہو جاتا ہے۔ ایک ہی مسئلہ اگر حیاء کے پیرایہ میں بیان کیا جائے تو کنواری لڑکی کو اس کی تعلیم ہو سکتی ہے، اور بے حیائی کے طور پر ہو تو کوئی مہذّب آدمی مَردوں کے سامنے بھی بیان نہیں کر سکتا۔ خصوصاً ترجمہ کہ وہ گویا متکلم کی طرف سے اُس کی زبان کا بیان ہوتا ہے، تو نہایت ضرور ہے کہ اس کی عظمت و شان ملحوظ رہے، وہ لفظ لکھے جائیں جو اُس کے کہنے کے ہوں، بعض گمراہوں نے ترجمۂ قرآنِ مجید میں اس کا لحاظ نہ رکھا یہ سخت سوءِ ادب ہے۔ غرض ایک ہی بات اختلافِ طرزِ بیان سے تعظیم سے توہین تک بدل جاتی ہے، جیسے ''اوش فرمائیے''، ''تناول فرمائیے''، ''نوشِ جان فرمائیے''۔ کھاؤ، نگلو، ٹھورو، زہر مار کرو اور تعظیم و توہین میں کس قدر مختلف ہیں، تو صرف اِتنا عذر کہ ہم نے ترجمہ کیا ہے، کافی نہیں ہو سکتا، جب کہ طرزِ بیان بے ہودہ ہو۔ و اللہ تعالٰی اعلم.

(۲) صحیح مقابل فرضی کے لیے تو اس قدر بس ہے کہ وہ کتاب جس کی طرف نسبت کی جائے اُس کی ہو، اگر چہ کتنے ہی اغلاط پر مشتمل ہو، جن کتابوں کے نام سائل نے لیے، اُن میں کوئی فرضی نہیں، ''کنز'' سے ''قاضی خاں'' تک جتنے نام مذکور ہوئے یہ سب صحیح بمعنی معتمد بھی ہیں، مگر اعتماد کیا حاصل، اس کی تفصیل ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کی ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم.**

(۳) اگر کتبِ مذکورہ بالا سے صحیح ترجمہ کیا جائے اور طرزِ بیان بھی مقبول ومحمود ہو اور اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہ ہو، تو وہ گویا اُنہیں کتابوں کا وجودِ ثانی ہوگا، یقین تو اعتقادیات میں درکار ہوتا ہے اور قابلِ عمل وہ مسئلہ جو مفتٰی بہ ہو۔ ''مالا بد'' میں بھی زیادات ہیں اور ''مفتاح الجنۃ'' تو وہابیہ کے ہاتھ میں رہی، جس میں بہت کچھ ''اِصلاح'' ہوئی اور ''بہشتی زیور'' اغلاط وضلالت وبطالت وجہالت کا مجموعہ ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم.**

(۴) ''کنز'' سے ''قاضی خاں'' تک جتنی کتابوں کے نام لیے، ان کی نسبت کوئی حنفی نہیں کہتا کہ ان کے مسائل حنفیہ کے خلاف ہیں اور فرضی ہیں، تو سوال ہی فرضی ہے، ''مالا بد'' و''مفتاح الجنۃ'' کے بعض زیادات والحاقات کو اگر کسی نے ایسا کہا تو بے جا نہ کہا اور ''بہشتی زیور'' **لا فی العیر ولا فی النفیر** (نہ قافلے میں نہ لشکر میں، یعنی کسی شمار میں نہیں، ت) **واللہ تعالٰی اعلم.**

(۵) ''بہشتی زیور'' کا حال بالاجمال اُوپر گزرا، بے شک اس میں بہت مسائل باطل و ساختہ ہیں، وہ کسی طرح اس قابل نہیں کہ کوئی مسلمان اُسے دیکھے یا اپنے گھر میں رکھے، مگر عالمِ جیّد بغرضِ رَدّ وابطال، مفتی صاحب کا اس پر اعتراض بجا ہے اور عوام اُس کے مسائل سے جتنی بھی نفرت کریں، اُن کے حق میں مصلحتِ دینیہ ہے۔ **قَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ایّاکم وایّاھم لایضلونکم و لایفتنونکم** ''اُن سے دُور بھاگو اور

اپنے سے دُور رکھو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈالیں''۔

(صحیح مسلم، باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ، جلد۱،صفحہ۱۰،
مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

علمائے کرام نے وصیت فرمائی کہ جاہل کے لکھے ہوئے مسئلہ پر تصدیق نہ کرو، اگرچہ مسئلہ فی نفسہا صحیح ہو کہ اس کی تصدیق نگاہِ عوام میں وقعتِ کاتب کی موجب ہوگی۔ وہ یہ سمجھ لیں گے کہ یہ بھی کوئی مفتی ہے، پھر اور جو اپنی جہالت سے غلط فتویٰ لکھے گا اُس پر بھی اعتبار کریں گے۔ جب جاہل کے لیے یہ حکم ہے تو چہ جائے مبتدی چہ جائے مرتد

واللہ تعالٰی اعلم.

(فتاویٰ رضویہ، جلد۲۹،صفحہ۵۹ تا۶۱،مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ،
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)